OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 02, Dec-2024, PP: 12-20

کتاب وسنت سے متعلق قواعد اصولیہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقہ

Principles Related to the Qur'an and Sunnah and the Jurisprudence of Aishah (RA)

** **Muhammad Mujahid Farid***
PhD scholar, Institute of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University, Multan, Punjab, Pakistan.
mmujahidfarid@gmail.com
*** **Hafiz Abdul Rahman Madni***
PhD scholar, Institute of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University, Multan, Punjab, Pakistan.
madani88001@gmail.com

Abstract:
This article examines the Qawāʿid Uṣūliyyah (principles of Islamic jurisprudence) concerning the Qur'an and Sunnah through the jurisprudential contributions of 'Aishah (RA). As one of the most knowledgeable companions of Prophet Muhammad (PBUH), Aisha (RA) played a pivotal role in interpreting and applying Islamic teachings. Her profound understanding of the Qur'an and Sunnah, coupled with her critical legal reasoning, significantly shaped early Islamic jurisprudence. This study explores her methodological approach, emphasizing the key principles she employed in deriving legal rulings, reconciling apparent contradictions, and contextualizing prophetic traditions. Through an analysis of selected narrations and legal opinions attributed to Aisha (RA), the article highlights her scholarly influence and lasting impact on Islamic legal thought. The findings underscore her authoritative role in Fiqh and demonstrate how her interpretative methods continue to inform contemporary Islamic jurisprudence.
Keywords: *Qur'an, Sunnah, Qawāʿid Uṣūliyyah, Islamic Jurisprudence, Legal Methodology, Aisha (RA), Fiqh*

تمہید:

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کے حل کے لیے وہ نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب کوئی جدید مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں شوریٰ کا نظام بھی موجود تھا۔ پیش آمدہ مسائل میں فتویٰ صادر کرنے والے صحابہ کرام میں جیسے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا کردار نمایاں تھا، ایسے ہی بعض صحابیاتؓ بھی ایسی تھیں جو مسائل کے حل میں سند کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان میں حضرت عائشہؓ کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے مزاج اور شریعت کے مزاج سے بخوبی واقف تھیں۔ اسی وجہ سے کبار صحابہؓ پیچیدہ مسائل میں انہی سے رجوع فرماتے تھے۔ ان کی فقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسائل کے حل میں کچھ اصولی قواعد کی بھی رعایت رکھتی تھیں۔ اگرچہ وہ قواعد اس زمانے میں مرتب نہیں تھے، لیکن آپؓ کی فقہ پر غور کرنے سے ان قواعد تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اس مقالہ میں حضرت عائشہؓ کی فقہ سے مستنبط ہونے والے ان قواعد اصولیہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کتاب وسنت سے متعلق ہیں۔

منہج تحقیق:

اس مقالہ میں تجزیاتی اسلوب تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ قواعد اصولیہ کے استنباط کے لیے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کی فقہی آراء کو نقل کر کے ان کی تخریج کی گئی ہے اور پھر اس سے ممکنہ قواعد اصولیہ کا استنباط کیا گیا ہے۔ قاعدہ اصولیہ کی مزید توضیح کے لیے اس کا اطلاقی پہلو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

اس موضوع پر تھانی ابراہیم حسین ابو سعید کی کتاب "فقه أم المومنين عائشه فى بابى الطهارة و الصلاة" موجود ہے۔ البتہ محقق نے ان کی فقہ سے مستنبط ہونے والے قواعد اصولیہ کا ذکر نہیں کیا، جو کہ ہمارا موضوع بحث ہے۔ اسی طرح الشیخ فائز الدخیل کی کتاب "موسوعة فقه عائشه أم المومنين حياتها و فقهها" بھی ایک عمدہ کام ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر خواتین سے متعلقہ مسائل میں ام المومنین عائشہؓ کی فقہی آراء کا ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ یہاں بھی قواعد اصولیہ کا استنباط نہیں کیا گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر عائشہ صنوبر اور ڈاکٹر محمد علی کا مقالہ **"حضرت عائشہؓ کے اصول استنباط"** بھی اس پر ایک اہم کام ہے۔ مگر اختصار کی وجہ سے تشنگی باقی رہتی ہے۔

تعارف:

لغوی طور پر "کتاب" کا مطلب ہے ایک جگہ پر لکھا ہوا مجموعہ۔ لسان العرب میں ہے:

"الكِتابُ اسمٌ لِمَا كُتب مَجْمُوعاً " [1]

"ایک جگہ پر لکھے ہوئے مجموعے کو کتاب کہتے ہیں۔"

لیکن عرف شرع میں کتاب سے مراد کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہی لیا جاتا ہے۔ علماء اس کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

"هُوَ الْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُولِ الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُولُ إِلَيْنَا نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ" [2]

کتاب سے مراد وہ قرآن کریم ہے جو رسول ﷺ پر نازل ہوا، جسے صحیفوں میں لکھا گیا، اور ہم تک تواتر کے ساتھ نقل ہو کر آیا ہے۔

سنت کا لغوی معنی ہے: طریقہ۔

علمائے اصول سنت کی تعریف یہ کرتے ہیں:

"مَا صَدَرَ عَنْ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - غَيْرُ الْقُرْآنِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ " [3]

قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، اور تقاریر کو سنت کہتے ہیں۔

سیدۃ عائشہؓ ان مشہور محسنین امت مسلمہ میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، اور تقاریر امت کے لیے نقل فرمائے ہیں۔ آپؓ اپنی ذکاوت، فقہ، اور غیر معمولی حافظہ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے احوال و اعمال سے بخوبی واقف تھیں، اور وہ آپ ﷺ کے افعال و اقوال کی علت، منشاء و مقصد، اور شان ورود میں تدبر کیا کرتی تھیں، اور انہیں کی روشنی میں روایات متعارضہ میں ترجیح اور مسائل حدیثہ سے متعلق فتویٰ صادر فرمایا کرتی تھیں۔ ان کے ہاں احکام شرعیہ کے استنباط کے لیے قرآن کریم کے بعد سنت رسول ﷺ دوسرا بڑا مصدر تھا۔ کتاب و سنت سے متعلق آپؓ کے اجتہاد و فتاویٰ سے مستنبط ہونے والے اہم قواعد اصولیہ درج ذیل ہیں۔

نکاح متعہ کا حکم:

نکاح متعہ کے جواز اور عدم جواز کے متعلق ابتدا میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف تھا۔ کیونکہ اس مسئلے میں روایات متعارض تھیں؛ اسی وجہ سے بعض صحابہ اس کے جواز کے قائل تھے اور اکثر عدم جواز کے قائل تھے۔

ام المومنینؓ نے نکاح متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ سنن بیہقی میں ہے:

سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَتْ: " بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَرَأَتْ هَذِهِ الْآيَةَ: {وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ} [المؤمنون: 6] فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ مَا زَوَّجَهُ اللهُ أَوْ مَلَّكَهُ فَقَدْ عَدَا ---------- ---اخرجه الحاكم و قال :هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ"[4]

"حضرت عائشہؓ سے نکاح متعہ کے بارے پوچھا گیا تو آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا اپنی باندیوں کے، ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ لہٰذا جو اس کے علاوہ اور چاہیں وہ حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ ام المومنین نے یہ آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص بھی اپنی بیوی اور باندی کے علاوہ چاہے گا، وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔"

قاعدہ اصولیہ:"القرآن هو الأصل المرجوع إليه في الشرائع"

ام المومنینؓ کے اس فتویٰ سے یہ قاعدہ اصولیہ مستنبط ہوتا ہے کہ:

"القرآن هو الأصل المرجوع إليه في الشرائع" [5]

"احکام شرعیہ کا بنیادی ماخذ قرآن ہے۔"

کیونکہ جب آپؓ سے نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور دلیل کے طور قرآن کریم کی آیت پیش کر دی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپؓ کتاب اللہ کو حجت شرعیہ مانتی تھیں اور تمام دلائل شرعیہ میں قرآن کریم کو ہی مقدم سمجھتی تھیں۔ اور اس قاعدہ اصولیہ میں تمام علماء وفقہاء کا اتفاق ہے۔

قاعدہ کا اطلاق:

جب بھی کسی مجتہد مفتی یا قاضی کے پاس کوئی شرعی مسئلہ آئے اسے چاہیے کہ وہ پہلے اس کا حل قرآن کریم میں ہی تلاش کرے؛ کیونکہ قرآن کریم ہی شریعت کا اصل اور بنیادی ماخذ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے جب ایک دادی / نانی نے اپنے پوتے / نواسے کی میراث کے متعلق معلوم کیا تو سب سے پہلے آپؓ نے یہی فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں آپ کے لیے کوئی حکم موجود نہیں۔[6] اسی طرح اگر مجتہد فقیہ قرآن کریم کے خلاف کسی حکم پر اجتہاد کرے یا قاضی قرآن کریم کے خلاف کوئی فیصلہ کرے تو وہ نافذ نہیں ہوگا؛ کیونکہ قرآن کریم ہی شریعت کا بنیادی ماخذ ہے۔

وادی محصب / ابطح جانے اور وہاں اقامت کرنے کا حکم:

محصب مکہ اور منیٰ کے درمیان ایک وادی ہے۔ اسے ابطح بھی کہتے ہیں۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آرام کے لئے قیام فرمایا تھا۔ حجاج کے لیے ابطح جانے اور قیام کرنے کے بارے میں فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اس کے مناسک حج میں سے ہونے کے قائل تھے، اور وہ اس عمل کو مسنون سمجھا کرتے تھے، اور یہی مسلک فقہائے احناف کا بھی ہے۔[7] حضرت عائشہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ کے مسلک سے اختلاف رکھتی تھیں۔ وہ یہ فرماتی تھیں کہ ابطح یا وادی محصب کی طرف سے جانا اور وہاں ٹھہرنا، مناسک حج میں

سے نہیں، اور نہ ہی یہ مسنون ہے بلکہ نبی کریم ﷺ تو ایک طبعی حاجت کی بنا پر وہاں رکے تھے، اور وہ یہ کہ اس راستے سے آنے میں نبی کریم ﷺ کے لیے سہولت تھی۔

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «نُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ»" [8]

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابطح میں اترنا سنت نہیں ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ وہاں اس لیے اترے تھے کہ وہاں سے آپ کے لئے جانا آسان تھا۔"

حضرت عائشہؓ کے فتویٰ اور ان کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے امام شافعیؒ بھی اسی بات کے قائل ہیں، کہ وادی ابطح جانا اور وہاں قیام کرنا سنت نہیں ہے۔

"(ثُمَّ إِلَى الْمُحَصَّبِ) أَيْ رُحْ إِلَى الْمُحَصَّبِ وَانْزِلْ بِهِ، وَهُوَ الْأَبْطَحُ وَيُسَمَّى الْحَصْبَاءَ وَالْبَطْحَاءَ وَالْخَيْفَ.... وَالنُّزُولُ فِيهِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَيْسَ بِسُنَّةٍ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - ... الخ" [9]

"پھر وادی محصب جاؤ، اور وہاں قیام کرو، اور وہ ابطح ہے، اسے حصباء، بطحاء، اور خیف بھی کہتے ہیں۔ وہاں اترنا ہمارے (احناف کے) ہاں سنت ہے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ سنت نہیں ہے، حضرت عائشہؓ کے فرمان سے استدلال کرتے ہوئے۔۔۔"

قاعدہ اصولیہ: "إذا أمكن حمل فعله عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام على الْعِبَادَة أَو الْعَادة فَإِنَّا نحمله على الْعِبَادَة إِلَّا لدَلِيل لِأَن الْغَالِب على أَفعاله قصد التَّعَبُّد بهَا"

مذکورہ بالا فتویٰ سے یہ قاعدہ اصولیہ مستنبط ہوتا ہے:

"إذا أمكن حمل فعله عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام على الْعِبَادَة أَو الْعَادة فَإِنَّا نحمله على الْعِبَادَة إِلَّا لدَلِيل لِأَن الْغَالِب على أَفعاله قصد التَّعَبُّد بهَا" [10]

"جب نبی کریم ﷺ کے افعال میں عادت اور عبادت دونوں کا احتمال پایا جائے تو اسے عبادت پر ہی محمول کیا جائے گا، کیونکہ آپ ﷺ کے افعال میں غالب یہی ہے کہ وہ عبادت ہی کی نیت سے ہوں۔"

البتہ اگر کوئی دلیل ایسی موجود ہو، جس سے واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل عبادت کے طور پر نہیں، بلکہ یہ عادت کے طور پر صادر ہوا ہے، تو پھر اسے عادت پر محمول کیا جائے گا اور اسے سنت نہیں سمجھا جائے گا۔ اس مسئلہ میں چونکہ آپؓ نے نبی کریم ﷺ کے نزول ابطح کا سبب بیان فرما کر اسے عادت پر محمول کیا ہے، اور حاجی کے لیے وہاں جانا مسنون نہیں فرمایا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ بھی اسی بات کی قائل تھیں کہ اگر آپ ﷺ کے افعال میں عبادت اور عادت دونوں کا احتمال ہو تو اسے عبادت ہی سمجھا جائے، سوائے اس کے کہ عبادت کے خلاف کوئی دلیل ہو، جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے۔

قاعدہ کا اطلاق:

نبی کریم ﷺ نے حج کے احرام سے پہلے خوشبو کا استعمال فرمایا تھا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ کام آپ ﷺ نے بطور عادت فرمایا تھا یا بطور عبادت؟ سی وجہ سے بعض فقہاء نے اسے سنت قرار دیا اور بعض نے غیر مسنون کہا۔ اسی طرح فجر کی دو سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لیے نبی کریم ﷺ لیٹ جایا کرتے تھے۔ اس میں بھی یہ اختلاف ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کا حکم:

نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنے سے متعلق صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا۔ بعض اس کے جواز کے قائل تھے اور بعض اس کو ناجائز قرار دیتے تھے۔

جب یہ مسئلہ حضرت عائشہؓ کے سامنے لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے استدلال کے طور پر نبی کریم ﷺ کا طرز عمل ذکر فرمایا کہ حضرت سہل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی تھی۔

"عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَمَرَتْ أَنْ يَمُرَّ بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ، «مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ»"[11]

"حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حکم کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی جائے۔ لوگوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ لوگ کتنا ہی جلدی بھول گئے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں ہی تو ادا کی تھی۔"

قاعدہ اصولیہ:"أَدْنَى مَنَازِلِ أَفْعَالِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الإِبَاحَةُ"

حضرت عائشہؓ کے اس فتویٰ سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ:

"أَدْنَى مَنَازِلِ أَفْعَالِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الإِبَاحَةُ" [12]

"نبی کریم ﷺ کے افعال کا ادنی درجہ یہ ہے کہ اس کام کی اباحت (جائز ہونا) ثابت ہو۔"

حضرت عائشہؓ کے فتویٰ سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے ہاں نبی کریم ﷺ کا فعل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فعل جائز ہے۔ یہ قاعدہ اصولیہ تمام ائمہ حدیث، اور فقہاء کے درمیان متفق علیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں بعض فقہاء نے اختلاف بھی کیا ہے۔ بعض نے حضرت عائشہؓ کی متابعت کرتے ہوئے مطلقاً نبی کریم ﷺ کے فعل کو حجت شرعیہ قرار دیا ہے، اور بعض نے افعال کو طبعی، شرعی، لغزش، اور سہو وغیرہ میں تقسیم کرکے ہر ایک کا الگ حکم بیان کیا ہے۔ احناف کے ہاں راجح یہی ہے کہ جب تک ترک حجت پر کوئی واضح دلیل نہ ہو، تب تک ان افعال میں نبی کریم ﷺ کی اتباع ضروری ہوگی جو طبعی اور سہو نہ ہوں۔

"اخْتَلَفُوا فِي سَائِرِ أَفْعَالِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِمَّا لَيْسَ بِسَهْوٍ وَلَا طَبْعٍ لِأَنَّ الْبَشَرَ لَا يَخْلُو عَمَّا جُبِلَ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَجِبُ الْوَقْفُ فِيهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ يَلْزَمُنَا اتِّبَاعُهُ فِيهَا وَقَالَ الْكَرْخِيُّ نَعْتَقِدُ فِيهَا الْإِبَاحَةَ فَلَا يَثْبُتُ الْفَضْلُ إِلَّا بِدَلِيلٍ وَلَا يَثْبُتُ الْمُتَابَعَةُ مِنَّا إِيَّاهُ فِيهَا إِلَّا بِدَلِيلٍ وَقَالَ الْجَصَّاصُ مِثْلَ قَوْلِ الْكَرْخِيِّ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ عَلَيْنَا اتِّبَاعُهُ لَا نَتْرُكُ ذَلِكَ إِلَّا بِدَلِيلٍ وَهَذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا"[13]

"نبی کریم ﷺ کے سارے افعال جو طبعی اور سہو نہ ہوں، ان میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ کیونکہ کوئی بشر ایسا نہیں ہے جس کی کوئی خاص فطرت نہ ہو۔ پس بعض نے کہا کہ ان میں توقف واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ ہمارے لیے اتباع لازم ہے۔ اور کرخی نے کہا کہ ہمیں اس میں مباح ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے، فضیلت اس وقت ثابت ہوگی جب کوئی دلیل ہوگی، اور اسی طرح اتباع بھی اسی وقت لازم ہوگا جب کوئی دلیل ہو۔ علامہ جصاص نے کہا کہ ہمارے لیے ایسے افعال میں اتباع ہی ضروری ہے۔ ہم ان افعال کو بغیر دلیل کے نہیں چھوڑیں گے، اور یہی مذہب ہمارے ہاں راجح ہے۔"

قاعدہ کا اطلاق:

زمین کو مزارعت پر دینا جائز ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی زمین اہل خیبر کو بطور مزارعت کے دی تھی، اور آپ ﷺ کے افعال کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ فعل مباح ہو۔[14]

دوران غسل گندھے ہوئے بالوں کا حکم:

جمہور فقہاء کرام کے ہاں عورت کے لیے غسل جنابت اور حیض ونفاس کے غسل کے وقت گندھے ہوئے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں، بلکہ

بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا دینا کافی ہے۔ جبکہ حنابلہ غسل جنابت میں تو جمہور کے موافق ہیں، البتہ حیض اور نفاس کے غسل کے لیے ان کے ہاں ان بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔

"وَتَنْقُضُ الْمَرْأَةُ شَعْرَهَا لِغُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ، وَلَيْسَ عَلَيْهَا نَقْضُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ إِذَا أَرْوَتْ أُصُولَهُ" [15]

"عورت حیض کے غسل میں اپنے گندھے ہوئے بالوں کو کھولے، اور جنابت کے غسل میں اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ گندھے ہوئے بالوں کو کھولے اگر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچادے۔"

اس مسئلہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ عورتوں کو غسل کے وقت اپنی مینڈھیاں کھولنا ضروری ہیں۔ جب حضرت عائشہؓ کو ان کے اس قول کا پتا چلا تو انہوں نے اس کے خلاف فتوی دیا اور دلیل کے طور پر اپنا عمل اور اس پر نبی کریم ﷺ کا خاموش رہنا نقل فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے غسل کے وقت اپنے بال کھولنا ضروری نہیں، صرف بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے۔

"بَلَغَ عَائِشَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ. فَقَالَتْ: يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ. أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ، «لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. وَلَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ»" [16]

"حضرت عائشہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عمروؓ عورتوں کو کہتے ہیں کہ جب وہ غسل کریں تو اپنے بالوں کو کھول دیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ ابن عمرو کی بات بڑی عجیب ہے۔ وہ عورتوں کو حکم کرتے ہیں کہ وہ غسل کے وقت اپنے بال کھول دیں۔ وہ یہ حکم کیوں نہیں کر دیتے کہ عورتیں اپنے بال کٹوا دیں۔ تحقیق میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ میں سر پر تین چلو پانی ڈالنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتی تھی۔"

قاعدہ اصولیہ:"تقرير النبي صلى الله عليه وسلم يدل على الجواز"

اس مسئلہ میں حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے یہ قاعدہ اصولیہ مستنبط ہوتا ہے:

"تقرير النبي صلى الله عليه وسلم يدل على الجواز" [17]

"رسول اللہ ﷺ کی تقریر[18] جواز کی دلیل ہے۔"

حضرت عائشہؓ کا اس مسئلہ میں اپنا عمل پیش کرنا اور اس پر نبی کریم ﷺ کی خاموشی کو نقل فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں بھی رسول کریم ﷺ کی تقریر حجت شرعی ہے۔

قاعدہ کا اطلاق:

بچوں کی پرورش اور دودھ پلانے کے لیے دایہ رکھنا جائز ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کا اسے منع نہ فرمانا اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جب چھوٹی بچیوں کو دف بجاتے ہوئے سنا تو انہیں منع نہیں فرمایا۔ یہ دف کے جواز کی دلیل ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کا حکم:

جمہور فقہاء اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح کرنا شرعاً نہ صرف جائز ہے، بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس پر عمل فرمایا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح کرنے کو اہل السنت والجماعت کی علامت قرار دیا۔

"وعن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه سُئل عن السنّة والجماعة فقال: أن تحب الشيخين ولا تطعن في الحسنين وتمسح على الخفين." [19]

"حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان سے اہل السنت والجماعت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی علامت یہ ہے کہ آپ شیخین سے محبت رکھیں، حسنین پر طعن نہ کریں، اور موزوں پر مسح کریں۔"

علامہ کرخیؒ نے فرمایا کہ جو کوئی موزوں پر مسح کا انکار کرے اس پر کفر کا خدشہ ہے۔[20] اس مسئلہ میں حضرت عائشہؓ سے متعارض روایات موجود ہیں، کہیں تو مسح کا انکار ہے، اور کسی روایت میں اس مسئلے کو حضرت علیؓ کے حوالے کیا ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «لَأَنْ يُقْطَعُ قَدَمِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ»" [21]

"میرا قدم کٹ جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں موزوں پر مسح کروں۔"

دوسری روایت میں ہے :

"عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: «جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ»"[22]

"حضرت شریح بن ھانیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی پاس موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت علیؓ سے پوچھ لیں کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ لہذا ہم نے حضرت علیؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات تک موزوں پر مسح کی اجازت دی۔"

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ بھی موزوں پر مسح کے جواز کی قائل تھیں، اگر پہلی انکار والی روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے تو یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

قاعدہ اصولیہ:"العمل بخبر الواحد واجب"

حضرت عائشہؓ کی اس مسئلہ میں مذکورہ بالا روایات سے یہ قاعدہ اصولیہ مستنبط ہوتا ہے:

"العمل بخبر الواحد واجب" [23]

"خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔"

حضرت عائشہؓ کا موزوں پر مسح کے معاملے میں سائل کو حضرت علیؓ کی طرف بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی خبر واحد میں اگر عدالت، حفظ، اور ضبط کی شرائط موجود ہوں تو اس کی روایت حجت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے؛ کیونکہ یہاں حضرت علیؓ کی روایت بھی خبر واحد ہی تھی۔ اس قاعدہ اصولیہ کی وضاحت حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے، اسے بھی یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

"عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَتْ لِي عَائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي بَلَغَنِي أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، مَارٌّ بِنَا إِلَى الْحَجِّ، فَالْقَهُ فَسَائِلْهُ، فَإِنَّهُ قَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا كَثِيرًا، قَالَ: فَلَقِيتُهُ فَسَاءَلْتُهُ عَنْ أَشْيَاءَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُرْوَةُ: فَكَانَ فِيمَا ذَكَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ، وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا، يُفْتُونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ» قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمَّا حَدَّثْتُ عَائِشَةَ بِذَلِكَ، أَعْظَمَتْ ذَلِكَ وَأَنْكَرَتْهُ، قَالَتْ: أَحَدَّثَكَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا؟ قَالَ عُرْوَةُ: حَتَّى إِذَا كَانَ قَابِلٌ قَالَتْ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَمْرٍو قَدْ قَدِمَ، فَالْقَهُ، ثُمَّ فَاتِحْهُ حَتَّى تَسْأَلَهُ عَنِ الْحَدِيثِ الَّذِي ذَكَرَهُ لَكَ فِي الْعِلْمِ، قَالَ: فَلَقِيتُهُ فَسَاءَلْتُهُ، فَذَكَرَهُ لِي نَحْوَ مَا حَدَّثَنِي بِهِ، فِي مَرَّتِهِ الْأُولَى، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمَّا أَخْبَرْتُهَا بِذَلِكَ، قَالَتْ: مَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ، أَرَاهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ شَيْئًا وَلَمْ يَنْقُصْ. " [24]

"حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ حج پر جارہے ہیں، تو آپ ان سے ملیں اور ان سے سوالات کے ذریعے علم حاصل کریں؛ کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بہت علم حاصل کیا ہے۔ لہذا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی سنائی کہ اللہ تعالیٰ علم کو سینوں سے نہیں نکالے گا، بلکہ اہل علم کی وفات ہو جائے گی، اور اس طرح جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کی بھی گمراہ کریں گے۔ جب یہ روایت میں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اس کا انکار کیا، اور پھر آئندہ سال دوبارہ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے ملاقات کا کہا اور انہوں نے یہ روایت بالکل ایسے ہی سنائی جیسے پچھلے سال سنائی تھی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ واقعی عبد اللہؓ نے حدیث کو یاد رکھا اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں، اور انہوں نے سچ فرمایا ہے۔"

حضرت عائشہؓ کا پہلی بار حضرت عبد اللہؓ کی روایت کا انکار اور پھر تصدیق اور یہ کہنا کہ انہوں نے اچھی طرح یاد رکھا اور کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی، یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے آپؓ اسی بات کی قائل تھیں کہ جب خبر واحد کے راوی میں عدالت، حفظ، اور ضبط کی شرائط موجود ہوں تو اس کی خبر حجت ہے، اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

قاعدہ کا اطلاق:

مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا؛ کیونکہ ان کے ساتھ معاملات کے متعلق جب حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو ان کے متعلق قرآن کریم یا سنت میں کوئی حکم معلوم نہیں کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں، تو اس پر حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل فرمایا کہ "مجوسیوں کے ساتھ بھی اہل کتاب کی طرح معاملات کریں۔"[25] یہاں حضرت عمر فاروقؓ نے خبر واحد کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ دادی / نانی کو اپنے پوتے / نواسے کی میراث میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ کیونکہ دادی / نانی کا اپنے پوتے / نواسے کی میراث کے متعلق سوال کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت پر عمل فرما کر اس کے لیے سدس (چھٹا حصہ) کا فیصلہ فرمایا۔

نتائج بحث:

1. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فقیہہ امت ہیں۔
2. حضرت عائشہؓ کے نزدیک احکام شرعیہ کا ماخذ اول قرآن کریم ہے۔
3. احکام شرعیہ کا دوسرا بنیادی ماخذ سنت رسول ﷺ ہے۔
4. نبی کریم ﷺ کے افعال میں اگر قرینہ صارفہ نہ پایا جائے تو انہیں عبادت پر محمول کیا جائے گا۔
5. نبی کریم ﷺ کے افعال کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مباح ہوں۔
6. نبی کریم ﷺ کا کسی کام کو ہوتے ہوئے دیکھنا اور اس پر خاموشی اختیار کرنا (تقریر) اس کام کے جواز کی دلیل ہے۔
7. خبر واحد کے راوی میں اگر عدالت، حفظ، اور ضبط کی شرائط موجود ہوں تو اس روایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

1: محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، مادہ "کتب"، 1: 698۔

2 ۔ مسعود بن عمر التفتازاني، شرح التلويح على التوضيح (مصر: مكتبه صبيح س ن)، 1: 46۔

3 ۔ مسعود بن عمر تفتازانی، شرح التلویح علی التوضیح، 2: 3۔

4 ۔ احمد بن حسین بیھقی، السنن الکبریٰ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء)، 7: 336۔

5 ۔ علی بن أحمد القرطبی الظاھری، ابن حزم، الاحکام فی أصول الأحکام، (بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، س ن)، 1: 96۔

6 ۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی، السنن، (مصر: مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی 1395ھ)، 4: 420۔

7۔ علي بن ابو بكر المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي (بيروت: دار احياء التراث العربي س ن)، 1: 147۔

8۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن)، 2: 951۔

9۔ عثمان بن علي الزيلعي الحنفي، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق (قاہرۃ: المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ س ن)، 2: 36۔

10۔ عبد الرحيم بن الحسن الشافعي، التمهيد في تخريج الفروع على الأصول (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1981ء)، 440۔

11 ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، 2: 628۔

12 ۔ احمد بن علي الجصاص الحنفی، الفصول فی الاصول، (کویت: وزارۃ الأوقاف، 1994ء)، 3: 215۔

13 ۔ عبد العزیز بن أحمد البخاري الحنفی، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، (ترکی: مطبعہ سندہ، 1890ء)، 3: 200۔

14 ۔ ابو بکر بن مسعود الکاساني الحنفی، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1328ھ)، 6: 175۔

15 ۔ ابو محمد عبد اللہ بن أحمد المقدسي، ابن قدامہ، المغني لابن قدامۃ، (مصر: مکتبہ القاھرۃ، 1968ء) 1: 165۔

16 ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، 1: 260۔

17 ۔ محمد بن علي الشوکانی، إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول، (بیروت: دار الکتاب العربي، 1999ء)، 1: 117۔؛ محمد بن أحمد الفتوحي، ابن النجار الحنبلي، شرح الکوکب المنیر، (سعودیہ: مکتبہ العبیکان، 1997ء)، 2: 194۔

18 ۔ تقریر رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی کام ہوا اور آپ ﷺ نے اس کو غلط یا صحیح نہ فرمایا ہو، بلکہ اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

19 ۔ محمود بن أحمد البخاري الحنفي، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء)، 1: 167۔

20 ۔ محمود بن احمد البخاري الحنفي، المحیط البرھانی، 1: 167۔

21 ۔ عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، المصنف، (انڈیا، المجلس العلمی، 1983ء)، 1: 221۔

22 ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، 1: 232۔

23 ۔ عبد العزیز بن احمد البخاری الحنفی، کشف الاسرار کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، 2: 370۔

24 ۔ محمد بن اسماعیل البخاری۔ الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 9: 100۔؛ مسلم بن حجاج الجامع الصحیح، 4: 2059۔

25 ۔ مالک بن أنس المدنی، موطأ الإمام مالک، (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1985ء)، 1: 278۔